منصب نبوت کا انکار

حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ

آج کل انکار حدیث کا بے معنی غوغا مچا ہوا ہے، احکام دین کی بجا آوری سے بچنے کے لئے نفس دین کی ایسی تعبیر کرنی چاہتے ہیں جو ان کی خواہشات کی پوری ہم آہنگ ہو، چاہتے ہیں دین کا ساتھ خود نہ دے سکیں تو دین ہی کو بدل ڈالیں۔

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

دین کی قید و بند سے آزاد ہونے کی اس سے بڑھ کر کیا کامیاب تدبیر ہو سکتی ہے کہ خود ترجمان وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم ہی کو سرے سے دین سے خارج کر دیا جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال کو دین کی شرح و تعبیر ماننے سے انکار کر دیا جائے تا کہ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق دین کی من مانی شرح کی جا سکے اور اسی من مانی کو عین دین قرار دیا جا سکے۔ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زریں تعلیم سند نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکمت بھرے اقوال حجت نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند اعمال نمونہ نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ احوال میں کشش نہیں، تو سوائے اپنی عقل نارسا کے قرآن فہمی کا اور کون سا ذریعہ رہ جاتا ہے، جب دین متین کی نبوی شرح و تعبیر آپ کے لئے حجت نہیں تو آپ آزاد ہیں، دین کے نام سے جو چاہیں لکھیں اور لوگوں کو اس کی دعوت دیں اور قرآن کریم کے معجزانہ الفاظ کو معانی کا جو جامہ چاہیں پہنائیں، آپ کو اختیار ہے، پہلے بھی فرق باطلہ نے قرآن مجید کی من مانی تاویلیں کی تھیں، اب بھی ممکن ہے، پھر اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ خود حامل وحی علیہ الصلوٰۃ السلام کو تو دین کی شرح و تعبیر کے حق سے محروم کیا جائے اور اپنے آپ کو اس کا بجا حقدار سمجھا جائے۔

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی حیات طیبہ نمونۂ عمل نہیں، صحابہ کی زندگی، شرح دین اور سنت نبوی کا مظہر نہیں۔ ائمہ اسلام کے تمام اجتہادات کا مجموعہ بے معنی ہے، یہ صرف اس لئے کہ اسلامی تاریخ میں کچھ لوگ ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ جھوٹی حدیثیں بنائی تھیں، لہٰذا پورا سرمایہ ہی نا قابل اعتبار ہے، یہ استدلال کس قدر وزنی اور عقلی ہے؟ کسی خاص حدیث کے متعلق کوئی یہ دعویٰ کرے کہ فن اصول حدیث کے اعتبار

سے اور ائمہ احادیث کے فیصلے کے مطابق موضوع ہے تو اس پر گفتگو کی جاسکتی ہے، مگر تمام مجموعہ احادیث کو ساقط الاعتبار قرار دینا نہ صرف علمی نقطہ نظر سے نہایت ہی بے وزن و بے قیمت ہے، بلکہ ایک گمراہ کن جرات بھی ہے، حقیقت یہ ہے کہ حدیث کی تشریحی حیثیت کا انکار، منصب نبوت کا انکار ہے، کیوں کہ جب نبی کے اقوال، اعمال اور احوال کی حیثیت شرعی نہیں تو پھر نبی کا وجود اور عدم وجود برابر ہے اور اس صورت میں اس عام آدمی میں اور غیر نبی میں فرق ہی کیا رہ جاتا ہے۔ یہ بھی سوچنا چاہئے کہ قرآن مجید جو بار بار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع کی دعوت دے رہا ہے، وہ کسی خاص قول یا فعل کے ساتھ مقید نہیں ہے، بلکہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے متعلق ہے اور نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ قیام قیامت تک کے لئے عام ہے، حدیث سے انکار کی صورت میں یہ دعوت بالکل بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے اور نبی کی ساری حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ نعوذ باللہ منہ، کیونکہ نبی مبعوث ہوتے ہیں دین الٰہی کی تعلیم دینے اور اس پر عمل کر کے بتلانے کے لئے اور جب ان کے اقوال و اعمال قابل قبول نہیں تو پھر اتباع و اطاعت ہوگی تو کاہے میں ہوگی۔

حدیث، خودساختہ اصطلاح نہیں ہے:......لفظ "حدیث" عربی زبان میں وہی مفہوم رکھتا ہے جو ہم اردو میں "گفتگو، کلام" یا بات سے مراد لیتے ہیں، چونکہ نبی گفتگو اور کلام کے ذریعے پیام الٰہی کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں، اپنی تقریر اور بیان سے وحی الٰہی کی شرح کرتے ہیں، ان کے سامنے جو باتیں ہوتی ہیں، اگر ان کا تعلق دین سے ہوتا ہے اور نبی انہیں دیکھ کر یا سن کر خاموش رہتے ہیں تو اسے بھی دین کا جز سمجھا جاتا ہے اور ذات نبوی سے اس کا تعلق ہونے کی بناء پر اسے حدیث کہا جاتا ہے کہ وہ امور جو نبی کے سامنے ہو یا اگر منافی منشاء دین ہوتے تو یقیناً نبی ان کی اصلاح کرتے یا ان کی تردید فرماتے، لہٰذا ان سب کے مجموعہ کا نام احادیث قرار پایا۔

پیغمبر کے اقوال، اعمال اور احوال کو حدیث سے تعبیر کرنا مسلمانوں کی خودساختہ اصطلاح نہیں ہے، چونکہ دین انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کے متعلق واضح ہدایات دیتا ہے، عالم آخرت جس کا علم انسان کو صرف انبیاء کرام کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، پیش کرتا ہے اور اس کی تمام تفصیلات بتاتا ہے، دنیاوی زندگی کی تمام نشیب وفراز اور اس کے ہر موڑ پر اس کی رہنمائی کرتا ہے، اس لئے دین انسان کے لئے ایک بڑی نعمت ہے، خود قرآن کریم نے دین کو نعمت فرمایا ہے اور اس نعمت کی نشر و اشاعت کو جو انسان اپنی گفتگو، کلام اور بات چیت سے انجام دیتا ہے، تحدیث سے تعبیر کیا ہے، جو عربی زبان میں بیان کرنے اور گفتگو کرنے کے لئے مستعمل ہے۔

مندرجہ ذیل آیات میں قرآن حکیم نے دین کو نعمت کہا ہے اور ایک دوسری جگہ تحدیث نعمت کا اپنے نبی کو حکم دیا ہے، تکمیل دین کے سلسلے میں ارشاد ہے: ﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی﴾ آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔ سورۃ "والضحی" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی نعمت کے بیان کرنے کا ان الفاظ میں حکم ہوتا ہے ﴿واما بنعمۃ ربک فحدث﴾ اور اپنے رب کی نعمت کو بیان

کیجئے۔اب بتلائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو جو دین کی تعلیم فرمائی ہے، اس کے لئے حدیث کا لفظ اختیار کرنے سے کیوں گریز کیا جاتا ہے اور کیوں اس کو دین سے جدا سمجھا جاتا ہے، یہی نہیں، انبیاء کے اقوال، اعمال اور احوال کے لئے خود قرآن مجید نے بھی متعدد مقامات پر ''حدیث'' ہی کا لفظ استعمال فرمایا ہے، چنانچہ سورۃ ''الـذاریـات'' میں حضرت ابراہیم صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا تذکرہ اس طرح شروع ہوتا ہے: ﴿ھل اتٰک حدیث ضیف ابراھیم المکرمین﴾ (الذاریات ع-۲) اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات بیان کرتے ہوئے ایک جگہ نہیں، دو جگہ فرمایا گیا ہے: ﴿ھل اتٰک حدیث موسیٰ﴾ (طٰہٰ ع-۱، النازعات ع-۱) علامہ سید شریف جرجانی نے تو ترجمہ بھی یہی کیا ہے۔ ''آیا آمد بتو حدیث موسیٰ'' خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کے لئے بھی قرآن مجید میں ''حدیث'' کا لفظ موجود ہے: ﴿واذاسر النبی الیٰ بعض ازواجہ حدیثاً﴾ (التحریم ع-۱) ''اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات'' ایسی صورت میں معلوم نہیں یہ قرآن، قرآن پکارنے والے حدیث کے نام سے کیوں چراغ پا ہوجاتے ہیں، بات وہی ہے کہ جب منصب نبوت کا صحیح علم ہی نہیں تو آخر جھٹلائیں نہیں تو کیا کریں۔ ﴿بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ﴾ کچھ نہیں، پر جس بات کے سمجھنے پر قابو نہ پاسکے، اسے جھٹلانے لگے۔'' اقبال مرحوم نے بہت سچ کہا ہے:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست　　اگر باو نرسیدی بولہبی است

جائے غور ہے کہ طب، سائنس، حکمت، فلسفہ، نحو، ادب، تاریخ غرض کوئی فن ہو، جب آپ اس فن کی کوئی کتاب پڑھنے لگتے ہیں تو آپ کا اولین مقصد اس کے مطالعہ سے یہ ہوتا ہے کہ آپ سمجھتے جائیں، اس کے مطالب آپ کے ذہن میں اترتے جائیں، اس کے رقیق، نکات اور باریک مضامین پر آپ کو دسترس حاصل ہوجائے، اتنا ہی نہیں، بلکہ جس درجہ کی بلند پایہ تصنیف ہوگی اور جتنا عالی مرتبہ اس کا مصنف ہوگا، اسی درجہ وہ کتاب آپ کی توجہ کا مرکز اور آپ کے فکر کی جولان گاہ ہوگی اور جس قدر تصنیف اور مصنف کی عظمت آپ کے دل ودماغ میں گھر کئے ہوگی، اسی قدر اس میں آپ کے لئے دعوت فکر ونظر کا سامان ہوگا، وہ اگر بے شمار فوائد کی حامل ہوگی تو آپ کی سعی وکاوش کا میدان اور بھی وسیع تر ہوجائے گا۔ آپ کی خواہش ہوگی کہ اس کے ہر مضمون تک آپ رسائی پاجائیں، اس کا ایک ایک نکتہ آپ حل کر ڈالیں اور اس کے لفظ لفظ میں ڈوب کر آپ حقیقت کا سراغ لگالیں، اب آئیے ذرا دور صحابہ پر نظر ڈال لیجئے، صحابہ کا اس پر ایمان ہے کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے، اس کا کلام ہے، جس کے وہ اولین مخاطب ہیں، اس کی اتباع پر وہ مامور ہیں، ان کے لئے وہی وسیلہ نجات اور ذریعہ ہدایت ہے، حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود ان میں تشریف فرما ہیں، آپ خدا کے پیغمبر ہیں، قرآن کریم آپ ہی کے قلب اقدس پر نازل ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس سینہ اس کے رموز واسرار کا گنجینہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات اس کے علوم وحکم کا مخزن ہے، آپ تاویل قرآن کے واحد عالم ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم معلم ہی بنا کر مبعوث بھی کئے گئے ہیں اور دین کی تبلیغ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل فریضہ ہے، دین

کی اشاعت وتبلیغ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بے تاب ہے، نہ صرف مسلمانوں کو دین پر عمل کرانے کی آپ کے دل میں تڑپ ہے، بلکہ غیر مسلموں کو بھی یہ دعوت حق دی جارہی ہے اور ہر وقت پیام الٰہی کی اشاعت کی فکر دامن گیر ہے، پھر کیا دنیا کے پردہ پر اس سے بھی زیادہ کوئی تعجب انگیز بات ہوگی کہ صحابہ جیسے متلاشیان حق کے مجمع میں حضور علیہ الصلوٰۃ السلام جیسے بے مثال داعی حق نے قرآن مجید جیسی گنجینہ علم وعرفان کتاب کے جو معانی اور الفاظ کیا، ہر حیثیت سے قیام قیامت تک کے لئے معجزہ ہے، الفاظ اور صرف الفاظ ہی دہرائے اور بس، قرآن مجید کی ایک گونہ تلاوت کی اور تبلیغ دین کا اہم فریضہ ادا ہوگیا، سننے والوں نے اسی طرح سن لیا اور اپنے دلوں میں جگہ دے دی، کسی چیز کی تفصیل کسی عمل کی تشریح کسی شے کا مطلب نہ سنانے والے ہی نے سنایا اور نہ سننے والوں نے دریافت کیا اور نہ کبھی اس کی ضرورت ہی پیش آئی۔'' ان هذا لشیء عجاب ''پھر اس پر غور کیجئے کہ ایک دن نہیں، دو دن نہیں، ایک ماہ دو ماہ نہیں، سال دو سال نہیں، پورے تئیس سال اسی طرح گزر جاتے ہیں کہ دنیا کا یہ سب سے بڑا الٰہی پیغامبر دین کے بارے میں تفصیلی ہدایات دیئے بغیر دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے اور یہ تشنگان تعلیم ربانی اس ۲۳ سالہ مدت میں نہ ایک لفظ اس سلسلے میں اس کی زبان فیض ترجمان سنتے ہیں، نہ خود اس سے پوچھتے ہیں، خدارا اب آپ ہی بتائیں کہ پھر دنیا میں رسول کے مبعوث کرنے کا فائدہ ہی کیا رہ جاتا ہے، کیا اگر قرآن مجید لکھا لکھایا آسمان سے کہیں پہاڑ پر نازل کردیا جاتا تو اس صورت میں یہ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا تھا، اگر نعوذ باللہ آپ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو محض ایک چٹھی رسان اور ڈاکیا نہیں سمجھتے بلکہ حقیقی معنی میں اللہ کا پیغامبر، قرآن کا معلم، دین حق کا داعی اور خلق کا ہادی مانتے ہیں تو لازمی طور پر آپ کو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کو قرآن مجید کے صرف الفاظ ہی نہیں بیان کئے، بلکہ اس کے معنی بھی بتلائے تھے، تبلیغ کے فرائض میں الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے معانی کی تبلیغ بھی داخل تھی، خود قرآن مجید کی تصریح ہے:

﴿لتبین للناس مانزل الیهم﴾ تاکہ آپ کھول کر بتائیں لوگوں کو شریعت جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے، دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿وما علی الرسول الا البلاغ المبین﴾ اور پیغمبر کا ذمہ نہیں، مگر پہنچادینا کھول کر ''بلاغ مبین'' کھلی ہوئی تبلیغ، بلاغ معنی متضمن ہے اور درحقیقت یہی بیان کا اعلیٰ درجہ ہے، ظاہر ہے صرف وحی کے الفاظ پہنچادینے سے بعثت انبیاء کا مقصد جو ہدایت خلق اللہ ہے، پورا نہیں ہوتا، رسولوں کے بارے میں جو عادت اللہ یوں جاری ہے کہ ہر رسول جو کسی قوم میں مبعوث ہوتا ہے ان کا مہربان ہوتا ہے، اس کی وجہ بھی قرآن مجید نے ''تبیین'' ہی بیان فرمائی ہے، یعنی کھول کر احکام الٰہی کو واضح کرنا۔ ارشاد ہے: ﴿وما ارسلنا من رسول الابلسان قومه لیبین لهم﴾ ورہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس کی قوم ہی کی زبان میں تاکہ ان سے احکام الٰہیہ کھول کر بیان کرے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی قرآن کی تبیین اور اس کا بلاغ مبین فرمایا یا نہیں، اگر جواب نفی میں ہے تو یقیناً فریضہ تبلیغ ادا نہیں ہوا اور اگر اثبات میں ہے تو پھر آپ کی دینی تبیین اور قرآن کا بلاغ مبین احادیث کے علاوہ اور کہاں ہے۔ حدیث کیا ہے؟ متن

قرآنی کی شرح ہے۔اس کے معانی کا بیان ہے، اس کے مضمون کی تشریح ہے، اس کے اجمال کی تفصیل ہے، اس کے الفاظ کی تفسیر ہے، اس کے مفہوم کی تعیین ہے اور اس کے مطالب کی توضیح ہے، تعلیمات اسلام کے ہر باب کو اٹھا کر دیکھئے اور اس کے متعلق احادیث صحیحہ کا مطالعہ کیجئے، ہمارے دعویٰ کی حقیقت آپ کے ذہن میں اترتی چلی جائے گی، حدیثیں نصوص قرآنی کی تقریر کریں گی، ان کے معانی کو کھول کر پیش کریں گی اور ان کے بارے میں جو مختلف احتمالات پیدا ہوں گے، ان کو دفعہ کر کے ان کی مراد واضح کر دیں گی، احادیث ہی تو ہیں جن کا مطالعہ آپ کے دل میں یہ یقین پیدا کرتا ہے کہ پیش نگاہ ربانی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ عطا فرمایا گیا تھا، آپ نے اس کی تبلیغ کا پورا پورا حق ادا فرمایا، جس کے بعد اب کسی انسان کے لئے دین حق کو معلوم کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے میں کسی عذر کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔"بابی هو وامی صلى الله عليه وسلم"

سب جانتے ہیں کہ وضو، غسل، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، درود، دعائیں، اسی طرح نکاح، طلاق، بیع وشرا، فصل قضایا و خصومات، اخلاق و معاشرت اور سیاسیات ملت سب کی تفصیل دین متین میں موجود ہے، بلاشبہ ان کے متعلق کلی احکام قرآن مجید میں پائے جاتے ہیں، لیکن ان احکام کی تشریح، ان کے جزئیات کی تعیین، ان کے اجمال کی تفصیل میں ایک قدم بھی آپ حدیث کی روشنی کے بغیر چل نہیں سکتے ہیں، یقیناً یقیناً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کے صرف الفاظ ہی نہیں لئے تھے، اس کے معانی بھی اخذ کئے تھے اور علم وعمل کا وہ تمام حصہ حاصل کیا تھا، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا تھا۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی اکابر تابعین میں سے ہیں۔قرآن مجید کا علم حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما اور اسی طبقہ کے دیگر علماء سے حاصل کیا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

"حدثنا الذين كانوا يقرؤ ننا القران من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم أنهم اذا تعلموا من النبي صلى الله عليه وسلم عشر ايات لم يجاوزوها حتى يتعلموا مافيها من العلم والعمل فتعلمنا القران والعمل"(مختصر الصواعق المرسله على الجهمية والمعطلة ازامام ابن قيم ج-۲ ص ۳۳۹ طبع :مطبع سلفيه مكه مكرمه ۱۳۴۸ھ)

"صحابہ میں سے وہ حضرات جو ہمیں قرآن پڑھایا کرتے تھے انہوں نے ہم سے بیان کیا کہ وہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی دس آیتیں سیکھ لیتے تو آگے نہیں بڑھتے، تا آنکہ ان کے علم وعمل کو اچھی طرح سیکھ نہ لیتے، تو ہم نے قرآن کو اس طرح سیکھا کہ علم وعمل دونوں کی بیک وقت تعلیم حاصل کر لی، قرآن کریم کے الفاظ بھی لیتے تھے، اس کے معانی بھی سیکھتے تھے" احادیث قرآن کے معانی اور اس کے عمل ہی کا گنجینہ ہیں۔

ذرا اس منظر پر بھی نگاہ ڈال لیجئے، حج کا مقدس دن ہے، مکہ معظمہ کا مقدس حرم ہے، تقریباً ایک لاکھ صحابہ کا مقدس مجمع ہے،

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مقدس سے ارشاد ہوتا ہے: "أنتم تسألون عني فما أنتم قائلون" "تم سے میرے بارے میں سوال ہوگا، پھر تم کیا جواب دو گے؟ صحابہ کہتے ہیں: "نشهد أنك قد بلغت وأديت ونصحت" "ہم شہادت دیں گے آپ نے دین پہنچایا، فریضہ تبلیغ ادا کیا اور خیر خواہی فرمائی، آپ آسمان کی طرف انگشت مبارک اٹھاتے ہوئے اور پھر لوگوں کی طرف سر جھکاتے ہوئے ایک بار نہیں تین بار فرماتے ہیں "اللهم أشهد اللهم أشهد اللهم أشهد" (صحیح مسلم) "خدایا گواہ رہیو، خدایا گواہ رہیو، خدایا گواہ رہیو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نصیحت و بلاغ کی یہ سچی شہادت اسی شخص کے صمیم قلب سے نکل سکتی ہے جو قرآن کے قول کو قرآن کا ترجمان اور آپ کے عمل کو کلام اللہ کا بیان سمجھے، ورنہ ظاہر ہے کہ جو حدیث کو دین نہیں مانتا، آپ کے قول و عمل کو حجت شرعی نہیں سمجھتا، جو فہم قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ اس کے معانی کا سمجھنا ہر کس و ناکس کی اپنی فہم پر چھوڑ دیتا ہے کہ جس طرح چاہے الٹا سیدھا مطلب نکال لے، وہ درحقیقت آپ کے حق میں "بلاغ مبین" کی کس طرح شہادت دے سکتا ہے، کتنا تعجب انگیز ہے یہ واقعہ کہ غیروں میں سے نہیں خود اپنوں میں ایک شخص معارف قرآنی کے سمجھنے کا مدعی اٹھا ہے اور نہایت بے باکی کے ساتھ لکھ دیتا ہے:

"احادیث کی جتنی کتابیں ہمارے پاس ہیں، بخاری، مسلم سمیت ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے کہ اس کے الفاظ وہی ہیں جو رسول اللہ نے فرمائے تھے۔"

اس بات پر پھر غور کیجئے کہ "کوئی حدیث بھی ایسی نہیں جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جا سکے کہ وہ رسول اکرم کے الفاظ ہیں" یہ کوشش ہے کہ بیک جنبش قلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت و بلاغ اور تعلیم دین کا ایک ایک حرف مشتبہ بنا دیا جائے، کیا خوب، پوری امت کی امت نے اس آخری نبی عربی روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعیین دین اور بلاغ مبین کو کہ جس کے بعد اب قیامت تک کوئی نیا نبی آنے والا نہیں، اس طرح ضائع کر دیا کہ اس کا ایک حرف موجود نہیں رہا، کتنی بڑی جرات سے کام لیا گیا ہے، اس دروغ بیانی میں سارے وضاعین حدیث اور کذابین ایک طرف، شاید پردۂ دنیا پر جب سے دنیا آباد ہوئی، اس سے زیادہ سفید جھوٹ کوئی اور بولا گیا ہو، دنیا میں جتنے بھی نامور گزرے ہیں، سب ہی کے اقوال کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور موجود ہے، لیکن نہیں موجود تو کائنات انسانی کی اس عظیم ترین ذات قدسی صفات کے الفاظ، کہ جس نے محض الفاظ ہی کو دل میں جگہ دینے اور زبان سے دہرانے کی دھن میں سینکڑوں ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں نے اپنی جانیں وقف کر دی تھیں، دین کو ڈھانے اور اس کی اساس کو منہدم کرنے کے لئے کیا اس سے بھی زیادہ کسی اور حربہ کی ضرورت ہے۔

"لمثل هذا يذوب القلب من كمد　　ان كان في القلب اسلام و ايمان"

بلا شبہ ہر شخص کو اختیار ہے، وہ چاہے تو دن کو رات کہے اور بدیہیات کا انکار کرے، لیکن وہ دنیا کی آنکھوں میں دھول نہیں ڈال سکتا، حقیقت اپنی جگہ ہی رہے گی، وہ کسی کے ماننے نہ ماننے سے نہیں بدل سکتی۔

"فمن شاء فليؤ من ومن شاء فليكفر"